OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY"*
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12December 2022

قرآنی قصص میں سیاق کلام کی معنوی حیثیت (حضرت ہود، صالح، لوط اور یونس علیہم السلام)

THE MEANINGFULNESS OF THE CONTEXT IN THE QURANIC STORIES(PROPHET HŪD, SALIH. LUT AND YUNUS PEACE BE UPON THEM)

Dr. Hajra Mariam
Visiting Lecturer, University of the Punjab, Lahore.

Sara Fatima
M.Phil, Scholar, University of the Lahore, Lahore.

Abstract: About one third part of the Quranic verses consists of historical stories. The series of stories and event in the Noble Quran are related to the ancient nations. These narrations of different prophets and their nations are mentioned throughout the Quran and each time these stories are narrated in different context. People usually question the repetitive style of the Quranic narrations. There are different elements involved in the exegesis of the Quran and context is one of them. Context plays an important role in the interpretation of the Divine Word. The aspect of Context is also apparent in the stories of Quran. This article aims at exploring the vital part of context in understanding the recurrent feature of the Quran. It also analyses that the Quranic stories are directly linked with the context as their interpretation closely liaison with them. If the reader is unfamiliar with this feature, it will be difficult to comprehend the style and the lessons of the stories. Keeping in view this component of the Quran, new lessons and various insights can be inferred from each story. This article demonstrates the examples of the narrations of the specific prophets which highlights the significance and

meaningfulness of the context. Hence all the Quranic Stories are context bound, not context free. This also proves that stories mentioned in the Quran are coherent and they have thematic connectivity..

Keywords:- Quran, Context, Stories, repetitive, lessons.

قرآن مجید کے بیان کردہ قصص کو سمجھنے کے لیے اس کے سیاقِ کلام کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ سیاقِ کلام کسی بھی مربوط کلام کا جزو لاینفک ہوتا ہے اور یہ کلام کے نہ صرف فنی محاسن کا باعث بنتا ہے بلکہ اسے عقلی اور منطقی اعتبار سے بھی مضبوط کرتا ہے۔ قرآن حکیم جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں سیاقِ کلام اہم، لازمی اور حتمی ہے۔ قرآنی قصص و واقعات کی تصریف میں بھی سیاقِ کلام کا پہلو موجود ہے۔ ان کو نظر انداز کرکے قرآن فہمی ناممکن ہے کیونکہ سیاق کے بغیر عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے، متن کے معانی و مفہوم میں الجھاؤ اور پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین کرام نے ان قصص کی تفسیر و تشریح میں سیاق کے پہلو کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ قرآن میں قصص کو متفرق مقامات پر بار بار بیان کیا گیا ہے اور ان سے اخذ ہونے والے نتائج کا مکمل احاطہ سیاقِ کلام سے ہی ممکن ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی اثر انگیزی، فصاحت و بلاغت اور مفہوم کی وضاحت بھی سیاق کے ساتھ منسلک ہے

۱)واقعۂ ھود علیہ السلام

قصص الانبیاء میں اسلوبِ تصریف کی موجودگی قرآن کا معجزہ ہے۔ اس اسلوب کے تحت قصوں میں یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر نبی کا قصہ ہر مقام پر تصریف کے انداز میں جداگانہ پس منظر اور حکمت و مصلحت رکھتا ہے۔ اب یہی معاملہ حضرت ھود علیہ السلام کے قصے میں بھی دکھائی دیتا ہے جسے مختلف سورتوں میں تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی مشرک اور سرکش قوم کو احقاف کے علاقے میں دعوتِ توحید دی، مگر اُن لوگوں نے آپ کو جھٹلا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر سخت آندھی بھیجی جو آٹھ دن تک اُن پر مسلط رہی اور اس کے نتیجے میں ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

تذکیر:

قرآن حکیم میں عام طور پر ھود علیہ السلام کا قصہ نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد مذکور ہوا ہے۔ سورۂ

الاعراف[1] میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ قومِ ھود علیہ السلام کا قبیلہ عاد دنیا کی قدیم ترین قوموں میں سے تھا، جس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے دور کا تھا۔ اسی مناسبت سے قومِ نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد اُن کا قصہ بیان کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو، جب اس نے قومِ نوح علیہ السلام کے بعد تمہیں اس کا جانشین بنایا۔

قرآنی قصص کی تصریف میں سیاقِ کلام کی بڑی اہمیت ہے جس سے کسی قصے کے بارے میں مکمل فہم حاصل ہوتا ہے۔ اس کی حکمت و مصلحت واضح ہوتی ہے اور اس میں جو سبق اور عبرت کا پہلو ہوتا ہے وہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس سورۃ میں قصہ ھود کو بیان کرنے کا مقصد کفار و مشرکین کو نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔ قومِ عاد کو ان کے نبی ھود علیہ السلام نے عذاب سے ڈرایا لیکن جواب میں قوم نے ان سے کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ آخر کار ان پر اللہ کا عذاب آ گیا جس کے نتیجے میں وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔ اس مقام پر تاکید کے ساتھ مشرکینِ مکہ کو قومِ عاد کی مثال سے سمجھایا گیا کہ دیکھو اس قوم نے اپنے وقت کے نبی کا انکار کیا، اللہ کے غضب کو دعوت دی اور پھر عذابِ الٰہی کا شکار ہو گئی۔ اس لیے تم ان سے نصیحت پکڑو۔

مشرکینِ قریش کے لیے تنبیہ:

سورۂ ھود[2] میں بھی حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آیا ہے کیونکہ اس میں زمانی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مشرکینِ مکہ کو اس قصے سے تنبیہ کی گئی کہ جو قوم اپنے نبی کی تکذیب کرے تو اس کا انجام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔ ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طرح سے سمجھایا، دلائل دیے لیکن قوم نے ان کی دعوتِ حق کو ٹھکرا دیا۔ اس سے یہ بتلانا بھی مقصود ہے کہ اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ آج اگر مشرکینِ مکہ اپنے نبی کا انکار کریں گے تو ان کا انجام بھی ان قوموں سے مختلف نہیں ہو گا جن پر اللہ جل جلالہ کا عذاب آیا۔

کفرانِ نعمت سے بچنا:

سورۂ الشعراء[3] میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قومِ عاد کا قصہ تصریف کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔ اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ آیا اور اب حضرت ہود علیہ السلام کی قومِ عاد کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس جگہ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوتِ حق کو بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ سبحانہٗ کی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر

ادا کریں، لیکن اس قوم نے ناشکری کی روش اختیار کی۔ اس میں مشرکینِ مکہ کو کفرانِ نعمت سے روکا گیا ہے۔ اللہ عز و جل نے ان کو عرب میں عزت و شان سے نوازا اور یہ امن و امان سے رہتے تھے۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ کفارِ مکہ توحید کو اختیار کرتے، بت پرستی کو چھوڑ دیتے اور ربِ کعبہ کی ناشکری نہ کرتے لیکن انہوں نے نبی ﷺ کی عداوت و دشمنی کا راستہ اختیار کیا۔ علاوہ ازیں قصص قرآنی کی تصریف میں اس سرگزشت کا تذکرہ اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو قریشِ مکہ کی طرف سے جس تکذیب اور ایذارسانی کا سامنا تھا اُس کے پیشِ نظر آپ ﷺ کا اطمینانِ قلب اور حوصلہ افزائی مقصود ہے اور دوسری طرف کفارِ قریش کے لیے تنبیہ اور وعید بھی ہے کہ جو حال پہلی نافرمان قوموں کا ہوا وہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ تمہارا رویہ بھی پہلی قوموں جیسا ہے۔

عذاب کی وعید:

سورۂ فصلت[4] میں جس جگہ قومِ عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے وہاں کے سیاق کی وضاحت علامہ مراغی نے یوں کی ہے۔"بعد أن أنكر عليهم عبادة الأنداد والأوثان، و طلب إليهم ألا يعبدوا إلا الله الذي خلق السموات والأرض، و زين السماء الدنيا بالمصابيح، و أوجد في الأرض جبالا رواسى أن تميد بهم، ثم أعرضوا عن كل ذلک، لم يبق حينئذ طريق للعلاج، و من ثم أمر رسوله أن ينذرهم بحلول شديد النقم بهم إن هم أصروا على عنادهم، كما نزل بعاد و ثمود من قبلهم."[5] (اس سے پہلے مشرکین کی بت پرستی کی تردید کی گئی اور اُن سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ صرف خالقِ کائنات اللہ کی عبادت کریں جس نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے۔ زمین میں پہاڑ رکھ دیے ہیں تاکہ زمین لوگوں کو لے کر لڑھک نہ جائے۔ مگر مشرکین نے اس سے اعراض کیا۔ اب اُن کا کوئی علاج باقی نہ رہا۔ اس لیے نبی ﷺ کو حکم ہوا کہ آپؐ اُن ضدی لوگوں کو سخت عذاب سے ڈرائیں جو عذاب ان سے پہلے قومِ عاد اور قومِ ثمود پر آیا تھا۔)

اہلِ مکہ کو قومِ عاد سے سبق آموزی:

سورۃ الاحقاف[6] میں بھی حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔ اس سے پہلے بعض ایسے اشقیاء کا ذکر کیا گیا ہے جن کو آخرت میں جہنم کا عذاب ہو گا کیونکہ انہوں نے دنیا میں انبیاء کرام کو جھٹلایا۔ ان کے خلاف سرکشی، تکبر اور نافرمانی کی روش اختیار کی جس کے انجام میں ان کے لیے دنیا و آخرت کا عذاب مقدر کر دیا گیا۔ اسی حقیقت

کو تاریخی طور پر ثابت کرنے کے لیے یہاں قومِ عاد کا ذکر کیا گیا جس میں مشرکینِ قریش کے لیے نصیحت ہے کہ وہ اپنی تکذیب اور سرکشی سے باز آجائیں۔

سورۂ الذاریات[7] میں بھی قومِ عاد کا ذکر موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی بعد آیا ہے کیونکہ اس قوم کا تعلق اہلِ عرب سے تھا اور یہاں اہلِ مکہ کو دلیل کے ساتھ نصیحت کی گئی ہے کہ اس قوم سے سبق حاصل کرو۔

انبیاء کی تکذیب کا انجام:

سورۂ القمر[8] میں قرآنی قصص کی تصریف کے حوالے سے سیاق کے اسلوب کو 'تفسیر تدبر قرآن' میں اس طرح واضح کیا گیا ہے۔ ''قریش کو قومِ نوح، عاد، ثمود، قومِ لوط اور قومِ فرعون کے انجام سے سبق لینے کی ہدایت کہ انھوں نے بھی تمہاری ہی طرح اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو دیکھ لو کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ وہی انجام تمہارا بھی ہوگا۔ اگر تم نے بھی انہی کی روش اختیار کی۔ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے خطرے کے ظہور سے پہلے پہلے تم کو ہوشیار کر دینے کے لیے قرآن اتارا جو عبرت و نصیحت اور یاددہانی حاصل کرنے کے لیے ہر پہلو سے آراستہ ہے لیکن افسوس کہ تم اس سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے عذاب کے طالب ہو۔''[9]

سورۂ الحاقہ [10] میں قرآنی قصص کی تصریف کے حوالے سے پہلے قیامت کی ہولناکی کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ قومِ عاد اور ثمود دونوں کو قیامت کی ہولناکی سے ڈرایا گیا لیکن انہیں نے اپنے نبی کی باتوں کو جھٹلا دیا۔ وہ اپنے اس انکار و کفر کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں عذاب کے مستحق قرار پائے۔ قریشِ مکہ جو نبی اکرم ﷺ اور ان کی بتائی ہوئی آخرت کا انکار کر رہے تھے تو ان کو تاریخی دلیل سے قومِ عاد اور ثمود کی مثال دے کر سمجھایا جا رہا ہے کہ انبیاء کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ھود علیہ السلام اور ان کی قومِ عاد کا قصہ کئی اعتبار سے قرآن کی مختلف سورتوں میں مذکور ہوا ہے۔ ایک یہ کہ وہ قوم بھی عرب تھی اور کفارِ مکہ کو ان کے اپنے ملک کی ایک تاریخی داستان سے استشہاد کر کے تنبیہ کی گئی ہے کہ قومِ عاد کی روش پر چلنے سے تمہارا انجام بھی ان جیسی ہلاکت و بربادی کا ہے۔ دوسرا یہ قصہ قرآن میں بالعموم نوح علیہ السلام کے واقعے کے متصل مذکور ہوا ہے تاکہ ایک جیسی مشرک قوموں کا ذکر کر کے اس حقیقت کو تاریخی طور پر ثابت کیا جا سکے کہ کفر و شرک اور تکذیبِ انبیاء و رسل کے نتیجے میں قومیں عذابِ الٰہی کا شکار ہوتی ہیں۔ اس لیے ان قصص سے عبرت

حاصل کرنی چاہیے۔ تیسرا اس قصے میں نبیؐ کو صبر واستقامت کی تاکید ہے کہ قوموں نے ہمیشہ اپنے نبیوں کو جھٹلایا، انبیائے کرام کو صبر سے کام لینا پڑا اور بالآخر اہلِ حق کامیاب اور اہلِ باطل ناکام ہوئے۔

۲) قصہٗ صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا قصہ قرآن کی مختلف سورتوں میں تصریفِ آیات کے انداز میں مذکور ہوا ہے۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے اس قصے کو کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے بیان کر کے اس کی تمام جزئیات واضح کر دی ہیں جن کو جمع کرنے کے بعد یہ قصہ مکمل صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے جو انسانوں کے لیے سامانِ عبرت بھی ہے اور قرآن کی فصاحت وبلاغت کا اعلیٰ نمونہ بھی۔

مکذبین قوموں پر عذاب۔۔۔ برہانِ نبوت:

سب سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر سورۃ الاعراف[11] میں ملتا ہے کہ انھوں نے کس طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ پہاڑوں کو تراش کر بے مقصد عمارتیں بنانے کی حوصلہ شکنی کی۔ زرعی پیداوار حاصل کرنے کے بعد ایک اللہ کی عبادت کرنے کی ترغیب دلائی۔ قوم کے مطالبے پر اونٹنی کا معجزہ دکھایا مگر ان لوگوں نے نہ صرف صالح علیہ السلام کو جھٹلایا بلکہ اونٹنی کو بھی ہلاک کر ڈالا اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ عذابِ استیصال کے ذریعے ہلاک و برباد ہو گئے۔

اس سورت کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، جس سے اللہ کی قدرت، کاریگری، توحید اور ربوبیت ظاہر ہوتی ہے، پھر آخرت کے بارے میں مضبوط دلیل پیش کی گئی۔ اس کے بعد قصص الانبیاء کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں نبیوں کی قوموں کا ذکر بھی کیا گیا۔ اس بارے میں پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا اور ان کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا، جس میں ان کے مخالفین کا مؤقف بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعے کو تصریف میں بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جو قوم اپنے نبی کی تعلیمات کو جھٹلا دیتی ہے تو وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے اور قوموں پر جو عذاب آتا ہے تو یہ نبی کے وعدے کے سچا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

شرک کی مذمت:

حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ سورۃ ھود[12] میں بھی آیا ہے۔ ابنِ عاشور نے اپنی تفسیر 'التحریر والتنویر' میں

اس قصے کا ذکر اس طرح کیا ہے۔"و قد أكد الخبر بثلاث مؤكدات للاهتمام به. و عبر عن ثمود بالذين ظلموا للإيماء بالموصول إلى علة ترتب الحكم، أي لظلمهم و هو ظلم الشرك. و فيه تعريض بمشركي أهل مكة بالتحذير من أن يصيبهم مثل ما أصاب أولئک لأنهم ظالمون أيضا."[13] (خبر کی اہمیت کی وجہ سے اُس کی تائید تین تاکیدات کے ذریعے سے کی گئی ہے، قومِ ثمود کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اُن کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اُن پر ظلم کا اطلاق اُن کے ظلم کی وجہ سے کیا گیا اور وہ ظلم شرک ہے اور اس میں ضمناً مشرکین مکہ کے لیے تنبیہ ہے کہ کہیں تم پر بھی ایسا عذاب نازل نہ ہو جیسے اپنے اوپر ظلم کیا۔) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے شرک کو ظلم اور سرکشی کہا گیا ہے اور یہی شرک مشرکینِ مکہ میں بھی پایا جاتا تھا۔ اس لیے ان کو متنبہ کیا گیا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تمھارے اس شرک کے ظلم کا انجام وہی ہو سکتا ہے جو قومِ ثمود کا ہوا تھا۔

اللہ کی رحمت اور اس کے عذاب کے مستحقین:

سورہ الحجر[14] میں حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر شعیب علیہ السلام کی قوم کے بعد آیا ہے۔ یہاں پر زمانی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ قرآن پاک کا یہ اسلوب ہے کہ مخاطبین کو جو بات پہلے سمجھانا مقصود ہوتی ہے تو وہ دعوت و تربیت کی خاطر پہلے لائی جاتی ہے۔ اس سورۃ میں مذکور قصص میں ترغیب و ترہیب کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ ان میں اللہ کی رحمت اور عذاب کا تقابل پایا جاتا ہے۔ صالح علیہ السلام سے قبل مختلف انبیاء کے واقعات بیان کیے گئے جن میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ کی رحمت اس کے نیک بندوں کے لیے ہے جبکہ اس کا عذاب نافرمانوں کے لیے ہے۔ ادھر صالح علیہ السلام کا قصہ پہلے کے مضمون کے سیاق میں آیا ہے کہ فرمایا گیا نبي عبادي اني انا الغفور الرحيمo و ان عذابي هو العذاب الاليم o[15] (اے نبیؐ! آپؐ میرے بندوں کو آگاہ کر دیں، میں بخشنے والا اور مہربان ہوں، مگر میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔) گویا اس قصے کو بیان کرنے میں یہ حکمت بھی متبادر ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ ان لوگوں کے لیے غفور الرحیم ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں، کفر و شرک سے توبہ کرتے ہیں اور اس کے احکام کی پابندی کرتے ہیں لیکن جو لوگ توحید کے منکر ہیں، اپنے کفر و شرک پر اصرار کرتے ہیں اور نبیوں کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

حضرت صالح علیہ السلام کے قصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کائنات کو مقصد اور حکمت کے تحت بنایا گیا

ہے تاکہ انسان اپنا مقصدِ حیات پہچان کر خالق کی عبادت کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ لیکن جب بندہ کفر و شرک اختیار کرتا ہے، رسولوں کی تکذیب کرتا ہے تو ہلاکت و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل و حکمت کا تقاضا ہے۔

تثبیتِ قلب:

سورۃ الشعراء میں حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے۔ تفسیر ' صفوة التفاسير' میں سورۃ الشعراء کے حوالے سے صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصے کا سیاق یوں مرقوم ہے۔"المناسبة:لما قص تعالى على نبيه محمد صلّى الله عليه وسلّم خبر موسى و إبراهيم أتبعه بذكر قصة نوح، و هود، و صالح، و لوط، و شعيب، و كل ذلک تسلية لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم فيما يلقاه من قومه، و بيان لسنة الله عقاب المكذبين."[16] (اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا قصہ حضرت محمد ﷺ کو سنایا اور اس کے بعد نوح، ھود، صالح، لوط اور شعیب علیہ السلام کے قصے نبی ﷺ کی تسلی کے لیے بیان کیے کیونکہ آپؐ کو قوم کی طرف سے تکلیفیں دی گئیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جھٹلانے والوں کو عذاب دیتا ہے۔) گویا اس سورۃ میں صالح علیہ السلام کے قصے سے مقصود نبی ﷺ کی تسلی تھی کیونکہ آپؐ کو بھی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس میں آپؐ کو باور کرایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ایمان والوں کو آزماتا ہے، ان کی ثابت قدمی پر اللہ سبحانہٗ اہلِ ایمان کی مدد کرتا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔

انبیاء کی مشترکہ دعوتِ توحید:

سورہ النمل[17] میں بھی یہ قصہ موجود ہے اور اس میں جو ربط پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں اور ان کے بعد قوم صالح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا جو کہ اہلِ عرب تھے۔ اس قصے کا سیاقِ کلام یہ ہے کہ اس میں مشرکینِ مکہ کو سمجھایا گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بھی ایسے رسول اور انبیاء مبعوث ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور انہیں بت پرستی سے روکا۔ نبی خواہ عربی تھا یا عجمی، اُس نے ہمیشہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، جس کا کوئی شریک نہیں۔۔ گویا سب انبیاء کی دعوت اور تعلیمات مشترکہ تھیں۔ اسی طرح رسول اکرم خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ بھی کوئی نئی چیز نہیں لے کر آئے بلکہ آپؐ نے بھی وہی دعوتِ توحید

دی جو تمام انبیاء دیتے آئے ہیں۔

اس واقعے کو تصریف کے اسلوب میں اس مقام پر بیان کرنے کی یہ حکمت بھی ہے کہ مشرکینِ مکہ کو اس قصے سے متنبہ کیا گیا کہ ایک قوم صالح علیہ السلام کی تھی جس نے معجزہ دیکھ کر بھی نبی کی دعوتِ توحید کا انکار کر دیا جبکہ دوسری طرف ملکۂ سبا نے موتیوں سے جڑا تخت دیکھا تو فوراً ایمان لے آئی۔ ان دونوں فریقین کا الگ الگ رد عمل تھا، ایک نے اطاعت و فرمابرداری کی راہ اختیار کی اور دوسرے فریق نے گمراہی اور ہلاکت خریدی۔ لٰہذا مشرکینِ مکہ کے لیے دو راہیں ہیں۔ایک ایمان واطاعت کی راہ جس میں ان کے لیے عزت اور نجات ہے اور دو دوسری کفر و گمراہی کی راہ جس میں ان کے لیے ذلت اور عذاب ہے۔

دعوتِ توحید اور ردِ شرک:

سورۃ فصلت[18] میں حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ جداگانہ سیاق کے ساتھ مذکور ہے۔اس سے ماقبل مشرکین کے بارے بتایا گیا کہ وہ ایمان لانے سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ اللہ سبحانہٗ کی توحید اور اس کی قدرت کے دلائل اور نشانیاں پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی جھٹلانے والی قوم کو قومِ عاد اور ثمود جیسے عذاب سے ڈرائیں کیونکہ کفارِ مکہ نے بالکل وہی طرزِ عمل اختیار کیا ہوا ہے جو پہلی قوموں کا تھا۔ انہیں چاہیے کہ وہ توحید کو اختیار کریں اور شرک سے باز آئیں۔

دعوتِ رجوع الی اللہ:

سورۃ القمر[19] میں حضرت صالح علیہ السلام کے قصے کے سیاق کی وضاحت میں الدکتور وھبہ زحیلی اپنی کتاب 'التفسیر المنیر' میں لکھتے ہیں۔"هذه قصة ثالثة أو أنموذج من تكذيب الأمم الخالية رسلها، فإن عادتهم و مذهبهم إنكار الرسل و تكذيبهم، فكذبوا نوحا و هودا و صالحا عليهم السلام فيما يدعيه من الوحي عن ربه، و كل من كذب رسولا كذب جميع الرسل لاتحادهم في أصول الاعتقاد والدين."[20] (یہ تیسرا قصہ ہے جو واضح نمونہ ہے سابقہ قوموں کی طرف سے اپنے رسولوں کو جھٹلانے کا۔ چنانچہ اُن کی عادت اور طریقہ کار ہی رسولوں کا انکار اور اُن کو جھٹلانا تھا۔ پس انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور دعوت اور وحی کا انکار کیا، اور جس نے کسی ایک رسول کو بھی جھٹلایا تو گویا اُس نے

تمام رسولوں کو جھٹلایا کیونکہ تمام رسولوں کا عقیدہ اور دعوت ایک ہے اور دین بھی ایک ہی ہے۔)

الغرض قرآنی قصص میں تصریف کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ایک ہی قصے کو کئی مقامات پر موقع کی مناسبت اور جدید اسلوب سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہیں اجمال و تفصیل اور کہیں تقدیم وتاخیر سے قصہ وارد ہوتا ہے۔قرآنی قصص اپنے اندر معانی و مفاہیم کے کئی پہلو سمیٹے ہوئے ہیں جیسا کہ قومِ صالح علیہ السلام کا قصہ بیک وقت مشرکینِ مکہ کے لیے نصیحت، نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل، آپ کے لیے تسلی، دعوت انبیاء کے مشترکہ اصول وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ان قصوں میں تصریف دلوں پر اثر اور ایمان میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

۳) واقعہ لوط علیہ السلام

اس سے پہلے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ انبیائے کرام کے قصص میں تصریف کا اسلوب موجود ہے۔کسی نبی کے ہر قصے کو موقع و محل کی مناسبت سے کہیں جستہ جستہ اور کہیں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اب یہی معاملہ حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی قوم کے قصے کا ہے۔اس قصے کو بھی وقتاً فوقتاً مخاطبین کی اصلاح کی خاطر مختلف مواقع پر تصریف کے اسلوب میں نازل کیا گیا ہے۔یہ اعجازِ قرآنی ہے کہ یہ واقعہ ہر جگہ پر اپنی نئی آب وتاب اور طرزِ ادا کے ساتھ مذکور ہوا ہے تاکہ لوگوں کو اس قصے سے عبرت انگیزی کا سروسامان میسر آ سکے اور ایک نافرمان اور بداخلاق قوم کے ہولناک انجام سے محفوظ و مصئون ہو سکیں۔

تکذیبِ انبیاء کا انجام:

سب سے پہلے یہ قصہ سورۃ الاعراف[21] میں آیا ہے۔اس کے سیاق کے بارے میں سید قطب شہید لکھتے ہیں۔و تمضي عجلة التاريخ، فيظلنا عهد إبراهيم – عليه السلام – و لكن السياق لا يتعرض هنا لقصة إبراهيم ذلک أن السياق يتحرى مصارع المكذبين متناسقاً مع ما جاء في أول السورة: "و كم من قرية أهلكناها، فجاءها بأسنا بياتاً أو هم قئلون" ... و هذا القصص إنما هو تفصيل لهذا الإجمال في إهلاک القرى التي كذبت بالنذير ... و قوم إبراهيم لم يهلكوا لأن إبراهيم عليه السلام لم يطلب من ربه هلاكهم. بل اعتزلهم وما يدعون من دون الله ... إنما تجيء هنا قصة قوم لوط – ابن أخي إبراهيم - : و معاصره، بما فيها من إنذار و تكذيب و إهلاک. يتمشى مع ظلال السياق، على طريقة القرآن.[22] (تاریخ جلدی سے گزرتی ہے اور پھر ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آ جاتا ہے۔لیکن یہاں پر قصہ ابراہیم علیہ السلام سیاق کے

حوالے سے نہیں آیا کیونکہ سیاق تو ابتدائے سورت سے یہ چلا آرہا تھا کہ اور کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا تھا، پس ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا جس وقت کہ وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے اور یہ قصے جو بیان ہو رہے ہیں وہ اسی اجمال کی تفصیل ہے کہ نبیوں کی تکذیب کرنے والی بستیوں کو ہلاک و برباد کیا گیا۔ جب کہ قوم ابراہیم علیہ السلام ہلاک نہیں ہوئی اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی ہلاکت کے لیے اپنے رب سے بددعا کی تھی بلکہ وہ اپنی قوم سے جدا ہو گئے تھے۔ البتہ اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ اپنے سیاق کے ساتھ آیا ہے کیونکہ اُن کی قوم نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی جس پر وہ ہلاک کیے گئے۔ قرآن میں یہی سیاق کا طریقہ پایا جاتا ہے۔)

سورۃ الاعراف میں مخاطب زیادہ تر مشرکینِ قریش ہیں جن کو توحید، آخرت اور نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔ اس میں مختلف انبیاء اور ان کی قوموں کے واقعات کا ذکر کیا گیا اور ان میں سے ایک حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بھی ہے۔ اس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قریشِ مکہ نبی ﷺ کی مخالفت چھوڑ دیں اور اگر انہوں نے اپنے انکار اور کفر پر اصرار کیا تو ان پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا جو قوم لوط پر ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا بے لاگ عدل و انصاف:

پھر سورۂ ہود[23] میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے بعد تصریف کے اسلوب میں آیا ہے۔ یہ قصہ اپنے سے قبل آنے والے واقعے کا تتمہ ہے۔ اس کے سیاق کو مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر 'تفہیم القرآن' میں یوں اجاگر کیا ہے۔ ''تنبیہ یہ ہے کہ عذاب کے آنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے یہ دراصل ایک مہلت ہے جو اللہ اپنے فضل سے تمہیں عطا کر رہا ہے۔ اس مہلت کے اندر اگر تم نہ سنبھلے تو وہ عذاب آئے گا جو کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا اور اہلِ ایمان کی مٹھی بھر جماعت کو چھوڑ کر تمہاری ساری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔ اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے براہِ راست خطاب کی بہ نسبت قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین اور قوم فرعون کے قصوں سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان قصوں میں خاص طور پر جو بات نمایاں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا جب فیصلہ چکانے پر آتا ہے تو پھر بالکل بے لاگ طریقہ سے چکاتا ہے۔ اس میں کسی کے ساتھ ذرہ برابر رعایت نہیں ہوتی۔ اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون کس کا بیٹا اور کس کا عزیز ہے۔ رحمت صرف اس کے حصہ میں آتی ہے جو راہِ راست پر آگیا ہو، ورنہ خدا کے غضب سے نہ کسی پیغمبر کا بیٹا بچتا ہے اور نہ کسی پیغمبر کی بیوی۔ یہی نہیں بلکہ جب ایمان و کفر کا دوٹوک فیصلہ ہو رہا ہو تو دین کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ خود مومن بھی

باپ اور بیٹے اور شوہر اور بیوی کے رشتوں کو بھول جائے اور خدا کی شمشیر عدل کی طرح بالکل بے لاگ ہو کر ایک رشتۂ حق کے سوا ہر دوسرے رشتے کو کاٹ پھینکے ایسے موقع پر خون اور نسب کی رشتہ داریوں کا ذرہ برابر لحاظ کر جانا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ یہی وہ تعلیم تھی جس کا پورا پورا مظاہرہ تین چار سال بعد مکہ کے مہاجر مسلمانوں نے جنگ بدر میں کر کے دکھا دیا۔"[24]

موعظت و نصیحت:

سورۃ الحجر[25] میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصے کا ربط یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے دلائل، قیامت کے احوال اور وہاں کے خوش نصیبوں اور بد نصیبوں کا ذکر کیا۔ اب قصص الانبیاء بیان ہو رہے ہیں تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور اس کے ضمن میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ اس قصے کو بیان کرنے کی حکمت نصیحت حاصل کرنا ہے۔ قرآن کریم کسی ایک قوم، معاشرے یا کسی ایک اخلاقی پہلو کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ وہ ایک ایسے جہان کی اصلاح کرتا ہے جہاں پر مختلف معاشرے، آب و ہوا، کئی بیماریاں اور دوسری اقسام کے میلانات و رجحانات پائے جاتے ہیں جیسا کہ اس قصے میں ترغیب دی گئی کہ انسان شرک اور بے حیائی کے کاموں سے بچے، معصیت سے پرہیز کرے تاکہ برے انجام سے بچ جائے۔ اس میں اطاعت کی رغبت بھی پائی جاتی ہے کہ بندہ اللہ سبحانہٗ کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے انبیاء کی مانند درجات حاصل کرے۔

صبر کی تلقین:

سورۃ الانبیاء[26] میں جہاں لوط علیہ السلام کے قصے کی تصریف بیان ہوئی ہے، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید، نبوت اور آخرت کے دلائل دیے۔ پھر نبیوں کے قصے بیان ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام کے قصے کے بعد ان کی مناسبت سے ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام کا تذکرہ ہوا۔ اس قصے کے سیاق و سابق سے یہ حکمت متبادر ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کو مشکل حالات کا سامنا تھا تو اس میں آپؐ کے لیے تسلی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ہمت بھی بندھائی گئی کہ آپؐ اللہ کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کریں۔ اگر وہ بھی صبر و ہمت سے راہِ حق پر چلیں گے تو اللہ سبحانہ ان کو کامیابی عطا فرمائے گا۔ اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی نبی ﷺ کو تسلی دی گئی کہ وہ قوم کی جانب سے ایذاؤں پر صبر کریں کیونکہ یہی سنتِ رُسل ہے۔

تکذیبِ انبیاء پر وعید:

سورۂ النمل[27] میں بھی حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کے بعد تصریف کے طور پر آیا ہے۔ اس سورۃ کے آغاز میں بتایا گیا کہ قرآن کتابِ ہدایت ہے لیکن اس سے صرف وہ لوگ مستفید ہوتے ہیں جو ہدایت کے طالب ہوں۔ ایسے لوگوں کو ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی ملتی ہے، ان کے برعکس وہ لوگ جو اپنے خواہشات کے پجاری ہوں، وہ آخرت کو جھٹلاتے ہیں اور ہدایت کی دولت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے انبیاء کے قصوں کو بیان کیا گیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم بھی اپنی خواہشات کی غلام تھی اور اس وجہ سے انہوں نے سرکشی اختیار کی۔ اس قصے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ لوگوں کو اللہ کے اوامر کی مخالفت، نبیوں کی تکذیب، احکامِ الٰہی کی نافرمانی، فواحش کے ارتکاب سے اور کبیرہ گناہ کرنے سے ڈرایا جائے کہ کہیں پہلے نافرمانوں کی طرح ان پر بھی عذاب نازل نہ ہو جائے۔

نبوتِ محمدیہ کا ثبوت:

حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ سورۂ العنکبوت[28] میں بھی مذکور ہوا ہے اس کی تصریف کا سیاق نمایاں کرتے ہوئے 'ایسر التفاسیر' کے مصنف لکھتے ہیں۔ "هذا بداية قصص لوط عليه السلام مع قومه أهل سدوم و عمورية والغرض من سياقه تقرير النبوة المحمدية إذ مثل هذه القصص لا يتم لأحد إلا من طريق الوحي، و تسلية الرسول من أجل ما يلاقي من عناد المشركين و مطالبتهم بالآيات والعذاب."[29] (اب یہ لوط علیہ السلام اور اُن کی اُس قوم کا قصہ شروع ہو رہا ہے، جنھیں اہل سدوم و عموریہ کہا جاتا ہے۔ سیاقِ کلام میں اس قصے کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح وحی کے طریقے کو نبوت محمدیہؐ کے ثبوت میں پیش کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جائے، جو اُنھیں مشرکین کی دشمنی اور ان کی طرف سے معجزے اور عذاب کے مطالبات سے پریشانی پیدا ہوئی تھی۔)

عبرت پذیری:

سورۃ الصافات[30] میں مختلف انبیاء کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس سورت میں حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ مختصراً حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد آیا ہے۔ یہ مکی سورۃ ہے جس میں دین کے بنیادی عقائد و اصول کا ذکر ہے اور شرک کی

تردید کی گئی ہے۔ اس قصے کو بیان کرنے کا مقصد مشرکینِ عرب کو عبرت دلانا ہے کہ جو لوگ اطاعت و فرماں برداری کی روش اختیار کرتے ہیں، انہی کو ہی فلاح و کامرانی نصیب ہوتی ہے، ورنہ بصورتِ دیگر ہلاکت و بربادی ہوتی ہے۔

قرآن میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ کئی مقامات پر مذکور ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ قصص کو بیان کرنے میں قرآن نے تکرار سے کام لیا ہے۔ فحوائے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصے تکرار کے ضمن میں نہیں آتے بلکہ ان میں تصریف کا اسلوب تنویع پایا جاتا ہے۔ لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ تصریف کے ساتھ اس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ اسلام کے بنیادی عقائد م توحید، رسالت وغیرہ کو تاکید سے بیان کیا جائے اور شرک کی تردید کی جائے۔ لوگوں کو کبیرہ گناہوں سے بچا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا درس دیا جائے ورنہ اللہ سبحانہ کی نافرمانی اور نبیوں کو جھٹلانے سے قومیں ہلاک و برباد ہو جاتی ہیں۔

۴) قصہ یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بھی تصریف کے اسلوب میں سورۂ یونس، الانبیاء الصافات اور سورۂ القلم کی سورتوں میں آیا ہے اور ہر جگہ نئے سیاق اور ربط آیات کے تحت بیان ہوا ہے۔

ایمان کی دعوت:

حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا (عراق) کے علاقے میں نبی بنا کر بھیجا گیا۔ انھوں نے قوم کو دعوتِ توحید دی مگر قوم نے اُنھیں جھٹلا دیا۔ اس پر اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق اپنی قوم کو خبردار کیا کہ تین دن تک تم پر عذاب الٰہی آ جائے گا جس سے تم سب ہلاک ہو جاؤ گے لیکن خود وہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہجرت کر گئے۔ اس دوران قوم نے اس وعید پر سنجیدگی سے غور کیا اور اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لی مگر حضرت یونس علیہ السلام کو سفر کے دوران طوفان کے نتیجے میں قرعہ اندازی کے ذریعے دریا میں ڈال دیا گیا۔ جب یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا تو مچھلی نے ان کو نگل لیا جہاں سے ان کو تسبیح کرنے کی بدولت نجات ملی۔ پھر اُنھیں دوبارہ اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا جو ایمان لا چکی تھی۔ قوم نے اُن کا استقبال کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا اور انہیں خوش حالی عطا فرمائی۔

سورۂ یونس[31] میں قومِ نوح اور قومِ فرعون کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ آیا ہے۔ ان کے اس قصے کے ذریعے جہاں ایک طرف حضرت محمد ﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین فرمائی گئی، وہاں دوسری طرف کفارِ قریش کو

ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان کو یہ قصہ سنانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ عذاب آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں جیسے قومِ یونس اپنے نبی پر ایمان لائی تھی۔ توبہ کرنے سے ان پر عذاب ٹل سکتا ہے وگرنہ ان کا انجام بھی ان قوموں سے مختلف نہ ہوگا جو ایمان نہ لانے کے سبب عذابِ استیصال کا شکار ہو گئیں۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار:

سورۃ الانبیاء[32] میں جہاں حضرت یونس علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اُس کی حکمت و مصلحت پر بحث کرتے ہوئے 'صاحبِ تدبر قرآن' لکھتے ہیں۔ ''ان انبیاء علیہ السلام کی طرف ایک اجمالی اشارہ جن کے لیے نہایت تاریک اور بظاہر مایوس کن حالات کے اندر خدا کی قدرت و حکمت کی نہایت حیرت انگیز شانیں ظاہر ہوئیں۔ اس زمرہ کے انبیاء علیہ السلام میں سے حضرت یونس علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم و حضرت مسیح علیہم السلام کا حوالہ دیا ہے اور مقصود اس سے اس حقیقت کو ظاہر کرنا ہے کہ خدا جب اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہے گا تو کوئی چیز اس کے ارادے میں مزاحم نہ ہو سکے گی۔ حالات و اسباب سب اس کے اختیار میں ہیں۔''[33]

سرگزشتِ یونس علیہ السلام کے سیاق سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس قصے میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ کی ذات ہی قادرِ مطلق ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور جس کو چاہے اپنی رحمت سے نوازے۔ ایوب علیہ السلام کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے حالات مذکور ہوئے ہیں اور اس کو بیان کرنے کا مقصد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا اور گزشتہ رسولوں کے طرزِ عمل کی پیروی کرانا بھی ہے۔

صبر و استقلال کی تلقین:

سورۃ الصافات[34] میں حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت یونس علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ تصریف کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ یہ اس سورۃ میں چھٹا قصہ ہے جو تمام قصوں کے خاتمہ کے طور پر آیا ہے۔ اس قصے میں بتایا گیا کہ یونس علیہ السلام اپنی قوم سے دل برداشتہ ہو کر ان کو چھوڑ کر چلے گئے جس کے نتیجے میں وہ سختیوں اور مشکلات میں پڑ گئے۔ چنانچہ یہ قصہ بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی قوم کی تکلیفوں پر صبر کریں۔ مشرکین مختلف اوقات و حالات میں حضور ﷺ کو اُن کی دعوت دینے پر ملامت کرتے تھے۔ یہ لوگ حسد اور تکبر کے باعث نبی ﷺ کی مخالفت کرتے تو حضرت یونس علیہ السلام کے قصے کا تذکرہ بطورِ تنبیہ کیا گیا کہ اگر آپؐ وہی کیا جو حضرت یونس علیہ السلام نے کیا تھا تو آپؐ

بھی اپنے رب کو ناراض کرنے والے بن جائیں گے۔

اس قصے کے سیاق میں یہ حکمت بھی مضمر ہے کہ لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت کے لیے منتخب کرتا ہے تو اُس کے لیے اُس میں کسی کو اپنی مرضی سے کچھ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں انسانوں کے لیے اللہ سبحانہ نے آزمائش کا قانون مقرر کیا ہے۔ پھر جو امتحان مین کامیاب ہو جائے تو اسے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جو ان آزمائشوں پر پورا نہ اترے تو اس کے لیے دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔

عجلت کی ممانعت:

سورۂ القلم [35] میں پہلے کفار کو روزِ قیامت کے خوفناک اور سخت حالات سے ڈرایا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنی قدرت کے قہر سے خوف زدہ کیا۔ قرآن کو جھٹلانے والے کے لیے سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور تبلیغ کے کام میں یونس علیہ السلام کی طرح جلد بازی اختیار نہ کرنے کی تاکید کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا یہ اسلوب جو بظاہر تکرار سمجھا جاتا ہے حقیقت میں تکرار نہیں ہے بلکہ قصہ یونس جہاں جہاں آیا ہے مختلف سیاق وسباق اور الگ سببِ نزول کے ساتھ آیا ہے۔ اس لیے ہر جگہ اس مضمون میں جدت وندرت اور تازگی پیدا ہو گئی ہے۔ کہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ظاہر ہوتی ہے، کہیں صبر واستقامت کو نمایاں کیا گیا ہے تو کہیں مخالفین کو ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ حقیقت متبادر ہوتی ہے کہ قصص قرآنی کی تصریف میں سیاقِ کلام کا کردار بہت اہم ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں اس حقیقت کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ ایسی کتابِ ہدایت ہے جو یکبارگی نازل نہیں ہوئی بلکہ تیئیس برس کی طویل مدت میں اس کا نزول ہوا ہے۔ جس کے پیشِ نظر مقاصد میں ماحول، مخاطبین، ان کی نفسات، ان کی تربیت اور ان کے لیے تصریفِ آیات کے تحت تعلیمات نازل ہوتی رہیں۔ قرآنی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ انبیاء اور ان کی قوموں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ لوگ قصے کہانیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں اور قرآن پاک میں بھی انسانوں کے اس فطری رحجان کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ گزشتہ رسل اور قوموں کی سرگزشتوں کو بار بار بیان کرنے کا مقصد لوگوں کی اصلاح کرنا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوا کہ قرآن حکیم میں تکرار ہے اور ایک ہی قصے کو بار بار بیان کیا جاتا ہے۔ اگر قرآن پاک کا

سطحی مطالعہ کیا جائے تو اس سے یہ اشکال ہوتا ہے لیکن دراصل قرآن مجید میں بیان کردہ تمام واقعات مختلف سیاق وسباق کے حامل ہیں۔ قصص کے سیاقِ کلام کو جان کر اس امر کی صراحت ہو جاتی ہے کہ کلامِ باری تعالیٰ میں کسی بھی واقعے کو محض تکرار کے لیے بیان نہیں کیا جاتا۔ قرآنی قصص میں بطور تلوین و تنوع کے مضمون کے ایک پہلو کا ذکر کیا جاتا ہے تو دیگر مقامات پر اسی واقعے کے مختلف نکات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ سیاقِ کلام کو جان کر قاری کے سامنے تمام پہلوؤں کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان کی تفہیم میں کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہتا۔ ان قصوں میں کہیں فکری انتشار کو دور کرتے ہوئے عقائد کی اصلاح کی گئی تو کہیں اہلِ ایمان کے دلوں کو تقویت دی گئی۔ کسی مقام پر یہ قصے ایمان و یقین کی پختگی کا باعث بنتے ہیں تو کہیں ان میں عبرت و تنبیہ کا پہلو مضمر ہوتا ہے۔ مزید برآں قرآنی قصص کے جداگانہ سیاق سے قرآن کا اعجازی پہلو اور اس کی فصاحت و بلاغت نمایاں ہوتی ہے کہ ایک ہی قصے کو بار بار نئے الفاظ و اسالیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] سورۃ الاعراف ۶۵:۷۔۷۲

Al-A’raf 7:65-72

[2] سورۃ ھود ۵۰:۱۱۔۶۰

Hud11:50-60

[3] سورۃ الشعراء ۲۶:۱۲۳۔۱۴۰

Ash-Shu'ara26: 123-140

[4] سورۃ فصلت ۴۱:۱۳۔۱۶

Fuṣṣilat 41: 13-16

[5] مراغی، احمد بن مصطفی، تفسیر المراغی، شرکت مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر، الطبعۃ الاولی، ۱۳۶۵ھ، ج: ۲۴، ص: ۱۱۴۔

Marāghī,Ahmad Bin Mustaafá,Tafsīr al-Marāghī, Sharikat Maktabat wa-Maṭba‘at Muṣṭaá al-Bābī al-Ḥalabī wa-Awlādih, Miṣr, 1365,Vol: 24, Pg:114.

[6] سورۃ الاحقاف ۴۶:۲۱۔۲۵

Al-Aḥqāf21: 25-46

[7] سورۃ الذاریات ۵۱:۴۱۔۴۲

Adh-Dhariyat51: 41-42

[8] سورۃ القمر ۵۴:۱۸۔۲۱

Al-Qamar54: 18-21

[9] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن،، ۲۰۰۹ء ,ج:۸، ص: ۸۴۔

Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-i-Qur'an, Faraan Foundation, Lahore, 2009, Vol:8, Pg: 84.

[10] سورۃالحاقہ ۶۹: ۴۔۸

Al-Ḥāqqah69: 4-8

[11] سورۃالاعراف ۷: ۷۳۔۷۹

Al-A'raf 7:73-79

[12] سورۃھود ۱۱: ۶۱۔۶۸

Hud11: 61-68

[13] ابن عاشور، محمد طاھر، التحریر والتنویر، بیروت: مؤسساۃ التاریخ، ۱۹۸۴ء، ج: ۱۲، ص: ۱۱۴۔

Ibn 'Āshūr, Muḥammad al-Ṭāhir, Tafsīr al-Taḥrīr wa-al-tanwīr, Mu'assasat al-Tārīkh, Bayrūt,1984,Vol:12, Pg: 114

[14] سورہالحجر ۱۵: ۸۰۔۸۴

Al-Hijr 15: 80-84

[15] سورۃالحجر ۱۵: ۴۹۔۵۰

Al-Hijr 15: 49-50

[16] محمد علی الصابوني، صفوۃالتفاسیر، دارالقرآن الکریم، بیروت، ۱۹۱۸ء، ج: ۲، ص: ۲۵۵۔

Muḥammad 'Alī aṣ-Ṣābūnī,Ṣafwat al-tafāsīr, Dār al-gur'ān al-karīm, Beirūt, 1981, Vol: 2, Pg: 255.

[17] سورہالنمل ۲۷: ۴۵۔۵۳

An-Naml 27: 45-53

[18] سورۃفصلت ۴۱: ۱۷۔۱۸

Fuṣṣilat 41: 17-18

[19] سورۃالقمر ۵۴: ۲۳۔۳۲

Al-Qamar54: 23-32

[20] زحیلی، وھبۃ بن مصطفٰی، د، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج، دمشق: دارالفکر، ۱۴۱۸ھ، ج: ۲۷، ص: ۱۶۶۔

Zuḥaylī, Wahbah Bin Mustafa, Tafsīr al-munīr fī al-'aqīdaˡh wa-al-sharī'ah wa-al-manhaj, Dār al-Fikr, Dimashq,1418H, Vol: 27, Pg: 166..

[21] سورۃالاعراف ۷: ۸۰۔۸۴

Al-A'raf 7:80-84

[22] سید قطب، ابراهيم، في ظلال القرآن، دار الشروق، بيروت، الطبعة: السابعة عشر، ۱۴۱۲ھ، ج:۳، ص: ۱۳۱۴۔
Sayyid Quṭb, 'Ibrāhīm, fī ẓilāl al-qur'ān, , Dār al-Sharooq, , Beirūt, 1412H, Vol: 3, Pg: 1314..

[23] سورۂ ھود ۱۱: ۷۷۔۸۳
Hud11: 77-83

[24] مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۴۹ء، ج: ۲، ص: ۳۳۲-۳۲۱۔
Maududi, Abul A'la,Tafheem-ul-Quran, Idara Tarjuman Ul Quran, Lahore, 1949, Vol:2, Pg: 321-332

[25] سورۃ الحجر ۱۵: ۶۰۔۷۷
Al-Hijr 15: 60-77

[26] سورۂ الانبیاء: ۲۱: ۷۴۔۷۵
Al-Anbiyāʾ 21: 74-75

[27] سورۂ النمل ۵۴: ۲۷۔۵۸
An-Naml 27: 54-58

[28] سورۂ العنکبوت ۲۸: ۲۹۔۳۰، ۳۳۔۳۵
Al-'ankabūt28: 29-30, 33-35

[29] الجزائري، جابر بن موسىٰ، ايسر التفاسير لكلام العلى الكبير، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة: الخامسة، ۱۴۲۴ھ، ج: ۴، ص: ۱۲۷۔
Al-Jazairi, Jabir bin Musa*, **Aysar At-Tafaseer, Maktabah Al-aloom wal Hikmah, Al-*** *Madīnah* al-Munawwarah*, **Vol: 4. Pg: 127.***

[30] سورۃ الصافات ۳۷: ۱۳۳۔۱۳۸ As-Saffat37: 133-138

[31] سورۂ یونس ۱۰: ۹۸ Yunus 10:98

[32] سورۂ الانبیاء ۲۱: ۸۶۔۸۸ Al-Anbiyāʾ 21: 86-88

[33] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء) ج: ۵، ص: ۱۲۳۔
Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-i-Qur'an, Faraan Foundation, Lahore, 2009, Vol:5, Pg:123.

[34] سورۂ الصافات ۳۷: ۱۳۹۔۱۴۸ As-Saffat37: 139-148

[35] سورۂ القلم ۴۸: ۶۸۔۵۰ Al-Qalam 68:48-50